حضرات صوفیاء کرامؒ کے حلقہائے ذکر | حضرات نقشبندیہؒ میں نماز صبح اور نماز عصر کے بعد حلقہ ذکر اور اسی طرح ختم خواجگان علیہم الرضوان کا جو طریقہ متقدمین سے رائج ہے اور بعض خلف صالحین اس پر اب تک قائم ہیں وہ اسی ترغیب نبوی کی حسین تعمیل ہے۔ رزقنا اللہ اتباعھم۔

بعض ظاہر بین کہتے ہیں کہ اگرچہ ذکر کی فضیلت روایات میں آئی ہے۔ لیکن اجتماعی طور پر اس کی فضیلت ثابت نہیں اور اس لئے وہ تمام صوفیاء کرامؒ کے اجتماعی طور پر ذکر کرنے کے طریقوں کو خلاف سنت کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ روایت ہذا میں قوم یذکرون اللہ کے الفاظ سے ذکر کا بطور اجتماع کے ثابت ہونا ظاہر ہے۔

صاحب مرقاتؒ نے اس روایت کی شرح میں فرمایا ہے:

ولعل ذکر الاربعة لان المفضل مجموع اربعة اشیاء ذکر اللہ۔ والقعود له والاجتماع علیه۔ والاستمرار به الی الطلوع او الغروب۔

چار غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت شاید اس لئے ملی کہ اس نے چار نیکیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ایک، اسی کے لئے بیٹھ جانا دو، اکٹھے ہو کر اللہ کو یاد کرنا تین۔ اور طلوع شمس یا غروب شمس تک اس کو طول دینا چار ——

دیکھئے اشیاء اربعہ میں الاجتماع علیہ کو بھی خصوصیت سے ذکر کیا ہے اور اسے اضافہ فضیلت کا سبب قرار دیا ہے —— اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ محدث دہلوی نے بھی اسکی صریح فرمائی ہے۔

اسی باب کی آخری روایت میں بھی ثم جلسوا یذکرون اللہ حتی طلعت الشمس کے الفاظ موجود ہیں حلق الذکر کو ریاض الجنۃ فرمانا اور فارتعوا کے ارشاد سے اس میں شرکت کا حکم روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ ملائکۃ طوافین (سیاحین) کی روایت بھی مشہور و معروف ہے۔ ان تمام روایات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ ان اکابر کا سلفاً و خلفاً حلقہائے ذکر اور ختم خواجگان پر کاربند رہنا خلاف سنت ہے، بہت ہی عجیب بات ہے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ ذکر اسطرح اور ایسے وقت میں نہ ہو جس سے مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہو یا نفس جہر کو خاص طور پر اہتماماً مقصود سمجھا جاتا ہو۔ (نہ کہ صرف دفع وساوس کا ذریعہ) فقہاء کرامؒ نے اسی طریق کی (مع استثناء تکبیرات تشریق لانہا منصوص علیہا) اجازت نہیں دی۔ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں ہے: لان الجہر بالتکبیر بدعۃ۔

صرف ہم نشینی بھی غنیمت ہے | حضرت الشیخ مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے لان اذکر مع قوم کی بجائے لان اقعد مع قوم کے الفاظ کا نکتہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ذکر کا درجہ تو بہت بلند ہے، ایسے وقت میں ان اہل ذکر کے ساتھ خاموشی کے ساتھ صرف بیٹھ جانا بھی حدیث مذکور میں بیان شدہ فضیلت کو حاصل کرنے کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔ جیساکہ دوسری روایت میں وارد ہے۔

اولئک القوم لا یشقی جلیسھم۔

ذکر صبح کی مزید فضیلت | روایت کے آخر میں ان اعتق اربعۃ کے ساتھ من ولد اسماعیل کا نہ ہونا بعض کے نزدیک اگرچہ استغناءً اعتق کے قبیل سے ہے کہ جب ایک دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں رہی اور مراد یہی اربعۃ من ولد اسماعیلؑ ہیں۔ لیکن بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس میں ذکر صبح کی مزید فضیلت پر دلالت پائی جاتی ہے کہ عصر کے ذکر سے تو اعتاق اربعہ اولاد زید کی فضیلت حاصل ہوتی ہے مگر صبح کے ذکر سے مطلق اربعہ نہیں بلکہ اربعہ من ولد اسماعیل کے اعتاق سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

اعتاق ولد اسماعیل پر شبہ اور اسکے جوابات | اعتاق ولد اسماعیل پر شبہ یہ ہے کہ جب ولد اسماعیل کو غلام ہی نہیں بنایا جا سکتا۔ تو ان کو آزاد کرنے کے کیا معنی ہوئے۔ شراح حدیث نے اس کی مختلف توجیہہ کی ہیں۔

پہلی توجیہہ | مسئلہ مختلف فیہا ہے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ سہی شوافع رحمۃ اللہ علیہم تو اس کے قائل ہیں حتی کہ بروایت صاحب مرقاتؒ ابن حجرؒ نے تو اس روایت کو رقیت بنی اسماعیل کی اوضح دلیل قرار دیا ہے۔

دوسری توجیہہ | مراد یہ ہے کہ بفرض محال اگر ولد اسمٰعیل غلام ہوتے تو ان میں سے چار نفر کو آزاد کرنے کی جتنی فضیلت ملتی اس سے بھی اس وقت کے ذکر کی زیادہ فضیلت ہے۔ (مرقات عن ابن الملک رحمہا اللہ تعالیٰ۔

تیسری توجیہہ | فرض کرو کسی شبہ میں ولد اسمٰعیل کو غلام بنایا گیا۔ اب ان کو آزاد کرنے میں عام غلاموں کے آزاد کرنے کے مقابلہ میں جتنا زیادہ درجہ ہے۔ لکونہم من ولد اسمٰعیل ولکونہم مرقوقین بغیر الحق ان اوقات خاصہ میں ذکر کرنے سے اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

چوتھی توجیہہ | اعتاق سے یہاں رقیت سے آزاد کرنا مقصود نہیں بلکہ مطلق مصائب شدائد دیون اور دیگر تکالیف سے آزاد کرنا مراد ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف)

پانچویں توجیہہ | اسمٰعیل سے مراد یہاں عَلَمی معنی نہیں بلکہ وصفی معنی مراد ہیں۔ تم کہتے ہو رائیت حاتما اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں نے بہت بڑے سخی آدمی کو دیکھا۔ اسمٰعیل کے وصفی معنی ہیں مطیع اللہ کے کمافی حاشیۃ الحصن عن مجمع البحار۔ مقصد یہ نکلا کہ اسوقت کے ذکر کی فضیلت اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ کوئی بڑے ہی عابد زاہد اور مطیع فرمان خداوندی کے اولاد میں سے چار غلاموں کو آزاد کرے۔

چھٹی توجیہہ | مراد یہ ہو کہ اس قسم کے زیادہ قیمت والے چار غلام آزاد کئے جاویں جن کی قیمت ولد اسمٰعیل کی دیت کے برابر ہو یعنی بارہ بارہ ہزار درہم۔ کمافی حاشیۃ الحصن عن الحرز۔ یعنی اس وقت کے ذکر کا ثواب اڑتالیس ہزار درہم صدقہ کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ واللہ اوسع من ذالک۔

ساتویں توجیہہ | ان توجیہات ستہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب وہ توجیہہ بھی سن لیجئے جو ہمارے اساتذہ اکابرین دیوبند کے ایک فرد فرید حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بیان فرمائی ہے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ متقدمین میں سے کسی سے ماخوذ ہے یا خود ہی حضرت کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا ہے۔ بوادر النوادر میں بلا کسی حوالہ کے فرماتے ہیں:

"احادیث میں بعض اعمال کی فضیلت میں وارد ہے کہ مثل اعتاق بنی اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہے اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ جواب یہ ہے کہ حریت ورق میں ولد باپ کا تابع نہیں ہوتا ماں کا تابع ہوتا ہے۔ تو اگر کسی قریشی نے جاریہ سے نکاح کر لیا تو اس کی اولاد اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد بھی ہے اور رقیق بھی۔

اس جواب نے درحقیقت شبہ کی جڑ کو ہی کاٹ دیا ہے۔ اور حنفی قریب کا اس روایت سے ادنیٰ سا تعارض بھی باقی نہ رہا اور نہ ہی کسی مجاز عقلی یا لغوی کے ارتکاب کی ضرورت پڑی۔ للہ در مشائخنا الدیوبند بین ما ادق نظرھم وما افھمھم بین المتین کثرھم اللہ سوادا واتباعا الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام سید المرسلین وآلہ واصحابہ وازواجہ امہات المومنین وبارک وسلم۔

آٹھویں توجیہہ | یہ بھی امام العصر حضرت العلامہ مولانا سید انور شاہ صاحب الکشمیریؒ احد عظماء الدیوبند کی کتاب فیض الباری سے ماخوذ ہے۔ اور وہ یہ کہ ولد اسمٰعیل علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی مطلق مرقوقیت عند الحنفیہؒ ممنوع نہیں ہے بلکہ ممنوع عند الاحنافؒ رجال عرب کا غلام بنانا ہے ان کی عورتیں اور اسی طرح ان کے ذراری نابالغ بچے سبایا بن سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ لفظ ولد سب کو شامل ہے۔

فیض الباری جلد ۳ ص ۳۶ میں رقمطراز ہیں :

قولہ وکانت سبیۃ منہم ای بنی تمیم عند عائشۃؓ فقال اعتقیہا فانہا من ولد اسمٰعیلؑ فیہ دلیل علی ان بنی تمیم من ولد اسمٰعیل وجملۃ الکلام ان البخاری ان ادعی استرقاق العرب فی الجملۃ ای بعد وقوع السبی علیہم فہذا مسلم فانہ یجوز فی صبیانہم ونسوانہم وان ادعی الاطلاق والکلیۃ فلا نسلمہ ۔

اور اس سے پہلے فرمایا ہے :

باب من ملک من العرب رقیقا الخ ولا استرقاق عندنا فی بالغیہم غیر النسوان نعم وجدت فی الصحابۃؓ انہم کان لہم عبید بالغون من العرب ولکنہ لیس بفاصل ایضا لانہ لا یدری انہم استرقوہم صبیانا اوکانوا بالغین حین استرقوا ولا نزاع فی الاول والثانی غیر متعین ۔

ان دونوں توجیہات نے درحقیقت شبہ کی جڑ ہی کو کاٹ کر رکھ دیا ہے جب ولد اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہونے کی مختلف صورتیں خود عند الحنفیہ بھی مسلم ہیں ۔ تو اب یہ روایت حنفی مذہب سے متعارض ہی کہاں رہی تاکہ کسی مجاز لغوی یا مجاز عقلی کے ارتکاب کی ضرورت پڑے ۔

فللہ در مشائخنا الدیوبندیین ما ادق وما اوسع نظرھم وما افقہہم بالدین المتین صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل المطر لایدری اولہ خیر ام آخرہ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین وآلہ وازواجہ امہات المؤمنین وبارک وسلم ۔ ■■

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں ــــــــــ جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا

پسند فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے ۔

ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کیجئے جسے آپ بہتر پائیں گے

نوشہرہ فلور ملز جی ٹی روڈ نوشہرہ ۔ فون نمبر ۱۲۵

مولانا مفتی امجد العلی صاحب کراچی -
سابق مہتمم مدرسہ مطلع العلوم رامپور

اعضاء انسانی سے پیوندکاری

پہلی قسط

تاریخ عالم اس امر پر شاہد ہے کہ ہر نیا دور اپنے ساتھ نئے نئے مسائل لیکر آتا رہا ہے ۔

چنانچہ دور حاضر میں بھی جدید تحقیقات نے ہماری زندگی کے ہر گوشہ میں نئے نئے مسائل لا کھڑے کئے ہیں جن میں فن جراحی وطبابت کی تحقیقات نے انسانی جسم وجان کی بقاء وحفاظت کے سلسلے میں ترقی کرتے ہوئے جدید طریقے ایجاد کر لئے ہیں، ظاہر ہے کہ ان جدید طریقوں کی ایجاد کے بعد علماء شرع کے لئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے نقطہ نظر سے ان طریقوں کی حلت و حرمت واستعمال اعضاء انسانی کے جواز وعدم جواز کا حکم صادر کریں اور اس سے متعلقہ دیگر تمام جزئیات پر بھی بصورت حکم روشنی ڈالیں ۔

چنانچہ آج یہ صورت ہے کہ اگر کسی انسان کے جسم کا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے تو کسی دوسرے انسان کے تازہ مردہ جسم سے اس جیسے عضو کو نکال کر دوسرے جسم میں جوڑ دیا جاتا ہے ۔

میرے خیال میں بعض حالات میں کامیابی اور ناکامی دونوں کا مساوی درجہ رہتا ہے ۔ اس تحقیق سلسلہ نے لوگوں پر اچھا خاصہ اثر ڈالا ہے ۔ چنانچہ بعض لوگ جن کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اب ان کی زندگی کا چراغ گل ہو جانے والا ہے ۔ رفاہ عام وحسن سلوک کی نیت سے اپنے اعضاء جسمانی کی کسی دوسرے ضرورت مند ایسے انسان کیلئے وصیت بھی کر جاتے ہیں جن کے متعلق ڈاکٹر در کو یہ خیال ہو کہ اعضاء کی پیوندکاری کے بعد دوسرا انسان اپنی زندگی قائم رکھ سکے گا ۔

اسی طرح ایک انسان کے خون کو دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کر دیا جاتا ہے ۔ تاکہ اس کمی کو پورا کر دیا جائے جو دوسرے جسم میں واقع ہو گئی ہے ۔

س — اس مسئلہ پر اگر کوئی صاحب علمی اور تحقیقی انداز میں لکھنا چاہے تو الحق کے صفحات حاضر ہیں ۔

اس موقعہ پر ہم کو اس امر پر غور کرنا ضروری ہے کہ کیا ایک انسان کے اعضاء سے دوسرے انسان میں پیوندکاری شریعت اسلامیہ کی نظر میں جائز ہے یا نہیں۔ پھر اسی جواز یا عدم جواز پر اسکی وصیت کے مسئلہ کے حکم کا مدار ہوگا جو خود بخود طے ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں اوّلاً ہم کو حسب ذیل امور پر غور کرنا ہوگا۔

۱۔ انسان کائنات کی دیگر تمام مخلوق کے مقابلہ میں کیا درجہ رکھتا ہے۔؟

۲۔ کیا انسان اپنی تخلیقی حیثیت میں محض مالک و متصرف ہونے کا درجہ رکھتا ہے یا یہ کہ وہ دوسروں کے لئے تصرف کا محل بھی ہے۔؟

۳۔ کیا شریعت نے انسانی جسم و جان کو کائنات کی دیگر اشیاء کی طرح فطرۃً مال متقوّم قرار دیا ہے۔؟

امر اوّل: جب ہم قرآن حکیم پر غور کرتے ہیں تو انسان کے احترام واکرام کے سلسلہ میں سب سے اوّل ہمارے سامنے یہ ارشاد خداوندی آتا ہے: واذ قال ربك للملائكة انی جاعل فی الارض خلیفة۔ یعنی "اور جو وقت آپ کے پروردگار نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک نائب مقرر کرنے والا ہوں"۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اطلاع دیکر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہوگا، اس کے واضح طور پر یہ معنی ہیں کہ وہ کائنات میں منشاء خداوندی کے بموجب اس تصرف کرنے کا حق رکھے گا۔ البتہ یہ تصرفات اس کے تعمیر کی حد میں محدود ہوں گے فساد اور تخریب کا حق اس کو حاصل ہوگا۔ اس آخر جملہ پر قرآن کریم کی دوسری آیات دلالت کرتی ہیں، جن کا تذکرہ اس مقام پر مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا۔

آیت مذکورہ بالا اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے متعلق ہے، جس کی بنا پر بظاہر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آیت میں نائب ہونے کا حکم محض حضرت آدم کیلئے مخصوص ہے باقی ان کی کا اس میں شامل ہونا عبارت سے واضح نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں ہم علامہ قاضی بیضاوی کا قول پیش کریں گے جو موصوف نے اپنی تفسیر میں فرمایا:

تَعُمُّ النَّاسَ كُلَّهُمْ فَاِنَّ خَلْقَ آدَمَ وَاِكْرَامَهُ وَتَفْضِيْلَهُ عَلٰى سُكَّانِ مَلَكُوْتِهٖ بِاَنْ اَمَرَهُمْ بِالسُّجُوْدِ لَهُ، اِنْعَامٌ يَعُمُّ ذُرِّيَّتَهُ۔ یعنی یہ حکم تمام انسانوں کو شامل ہے، کیونکہ ان کی تخلیق (کے بعد) ان کا اکرام وفضیلت اس طرح ظاہر فرمائی کہ اپنے تمام ساکنان ملکوت کو

تعظیم کرنے کا حکم دیا۔ یہ انعام حضرت آدم کی تمام ذریت کیلئے عام ہے۔

نیز علامہ بیضاوی کے اس تفسیری قول کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے۔ ھوالذی جعلکم خلائف الارض۔ اور فرمایا: امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض۔ یعنی اللہ کی وہ ذات ہے جس نے تم سب کو زمین پر نائب بنایا۔ کیا کوئی ایسا ہے جو پریشان کی دعا قبول کرے اور اسکی پریشانی کو دور کر دے اور تم کو اس نے زمین میں نائب مقرر کیا۔

چنانچہ حسب شہادت کتاب اللہ انسان زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نائب ہے۔ اور اس حیثیت میں ضروری ہے کہ جس ذات کا وہ نائب ہے اسکی پرتوئے صفات سے خود بھی متصف ہو۔ ہمارے اس بیان کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے: یاداؤد انا جعلناک خلیفۃً فی الارض فاحکم بین الناس بالحق۔ اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا ہے پس تم لوگوں کے درمیان حق (و عدل) کا فیصلہ کرنا اور خود خداوند عالم کی شان بھی یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں میں حق و عدل کے ساتھ فیصلہ فرماتے ہیں۔ ارشاد ہے: ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین۔ حکم صرف خدا کیلئے ہے وہ حق بیان فرماتا ہے وفیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ والا ہے۔ اور فرمایا: قل اللہ یھدی للحق۔ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ حق و عدل کی ہدایت فرماتا ہے۔ اور فرمایا ہے: واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ فرما دیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی (صحیح) راستہ کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

اسی نقطۂ نظر کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تخلقوا باخلاق اللہ۔ اپنے آپ کو اخلاقِ الٰہیہ سے متصف کرو۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ انسان زمین میں خلیفہ اللہ ہے، تمام کائنات کے مقابلے میں ایسے اعزاز و اکرام کا حامل ہے جو خالق کائنات کا نائب ہونے کی حیثیت سے کیا جانا چاہئے۔ اور جسطرح خالق کائنات خود تمام کائنات کا مالک و متصرف ہے اسی طرح انسان اس کی جانب سے مالک بنایا گیا ہے۔ مملوک نہیں!

اسی لئے انسانی تکریم کے سلسلہ میں ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے: ولقد کرمنا بنی آدم۔ بلاشبہ ہم نے بنی آدم کو مکرم و معظم بنایا ہے۔ سورۃ اسراء آیت ۷، میں ابلیس کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے، قال ارأیتک ھذا الذی کرمت علیّ۔ کیا یہ وہ ذات ہے جسکو آپ نے